جلد نمبر ۵ رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴ جنوری تا دسمبر ۱۹۱۰ء

جلد ۵ نمبر ۱

یہ رسالہ ماہوار ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

اور چاہئے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف بلاتی اور بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے منع کرے اور ایسی ہی لوگ بامراد ہونے والے ہیں

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے (عہ) دو روپیہ اور طلباء سے (عہ) ایک روپیہ آٹھ آنہ

رسالہ ماہوار

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ جنوری ۱۹۱۰ء مطابق محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

فہرست مضامین

باہتمام حافظ عبدالرحیم صاحب مینجر ۳۱ جنوری ۱۹۱۰ء کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختلف نوٹ

خطرناک غداری کسی پچھلے پرچہ میں ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ کسی شریر آدمی نے جناب ویسرائے صاحب بہادر پر بمب کا گولہ پھینکنے کی کوشش کی مگر خدا کے فضل سے ناکام رہا۔ ابھی یہ بات لوگوں کے خیالات سے اتری نہ تھی کہ ایک اور واردات خطرناک غداری کی وقوع میں آئی ہے۔ اور وہ مسٹر جیکسن صاحب ڈپٹی کمشنر ناسک کا قتل ہے۔ آپ اپنے ضلع کے ایک نیک نام افسر تھے۔ اور اب پنشن پر واپس جا رہے تھے۔ ایک دعوت سے جو انہیں کی رخصت پر دیگئی تھی۔ واپس آرہے تھے کہ کسی محسن کش نے آپ پر متواتر دو فائر کئے آپ تھوڑی ہی دیر میں فوت ہو گئے۔ افسوس کہ شرارت بڑھتے بڑھتے کہاں تک پہنچتی ہے۔ گورنمنٹ کے احسانات کو دیکھتے ہوئے اس غداری سے اور بھی غداری پیدا ہوتی ہے۔ کیا وجہ ہے۔ کہ یہ لوگ معمولی انسانیت سے بھی خالی ہو گئے۔ کیا جو لوگ انسانیت کو چھوڑ کر درندگی کی حرکتوں پر اتر آئے ہیں۔ اس قابل ہیں کہ حکومت انکے ہاتھوں میں دیدی جائے ہرگز نہیں اور ہرگز نہیں۔

پٹیالہ سڈیشن کیس سڈیشن کا ایک نتیجہ یعنے مسٹر جیکسن کا قتل تو اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی پٹیالہ سڈیشن کیس بھی نظرانداز کرنے کے قابل نہیں پٹیالہ کی ریاست میں چالیس سے کچھ اوپر آریہ سماج کے ممبر پکڑے گئے ہیں اور انپر الزام ہے کہ انکی کوشش تھی کہ انگریزی علاقہ میں بدنظمی پھیلائیں۔ اور حضور قیصر ہند اور

مہاراجہ پٹیالہ کے برخلاف لوگوں میں جوش پیدا کریں۔ مسٹر گرے نے جو سرکاری وکیل ہیں بڑے زور شور سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ آریہ سماج ایک پولیٹیکل باڈی ہے۔ اور مذہب کا صرف پردہ ہے۔ اور انہوں نے بتایا ہے۔ کہ کسطرح سماج کے لیکچراروں نے اور مصنفوں نے غیر مذاہب کے پیشوا اور کتب پر کس دریدہ دہنی سے حملے کئے ہیں۔ اور کسطرح ملک میں بے چینی پیدا کر نیکی کوشش کی ہے۔ اور یہہ بات ایسی ہنیں کہ جسکا انکار ہو سکے جن لوگوں نے سری کرشن اور رامچندر وغیرہ بزرگوں کو جو خود انکے ہی بڑے تھے۔ برا بھلا کہا۔ وہ دوسروں کو ستانے سے کب باز رہ سکتے ہیں۔ افسوس اگر حضرت مسیح موعود کی نصیحت پر عمل کیا جاتا اور اس دریدہ دہنی سے کام نہ لیا جاتا۔ تو یہہ نوبت کیوں پہنچتی کاش اب بھی اپنا رویہ آریہ سماج بدل دے۔ اور حلم اور نرمی کے ساتھہ مذاہب کا مقابلہ کرے اور اس کے ممبر پولیٹیکل مجالس سے کنارہ کریں۔ تو شائد اب بھی بہت کچھ اصلاح ہو جائے +

ضرورت امام خدائیتعالےٰ کے سب کام حکمت سے ہی ہوتے ہیں اور ان میں عظیم الشان حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ لوگ سمجھتے نہیں۔ مگر یہہ ان کی عقلوں کا قصور ہوتا ہے۔ انبیاء کے آنے اور اولیاء کے مبعوث ہونے اور مامورین کے بھیجے جانیکی بہت سی حکمتیں ہوئی ہیں منجملہ ان کے ایک حجت پوری کرنا ہے یعنے جب لوگوں میں ایک نمونہ قائم کرکے بتا دیتے ہیں۔ کہ دیکھو شریعت پر یوں عمل ہوتا ہے۔ اور نشانات اور آیات سے حجت پوری کر دیتے ہیں۔ تو پھر بدکاروں اور گنہگاروں پر عذاب الہی نازل ہوتا ہے۔ اس وقت جو زمانہ کی حالت ہے۔ وہ سب پر ظاہر ہے کہ ایک مامور کو چاہتی ہے۔ پھر بھی حضرت مسیح موعود کا انکار کرنا نہایت جہالت

ہے۔ اس وقت میں انگلستان کی موجودہ حالت کی نسبت ریویو آف ریویوز کے مشہور ایڈیٹر ڈبلیو پی سٹیڈ کی ایک رائے ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں یہ مشہور فاضل ایک نواب بیگم کی ایک کتاب پر جس میں کہ اس نے یورپ کے امرا کے ایسے حالات لکھے ہیں۔ کہ جنکو پڑھکر دل کانپ جاتا ہے۔ ریویو کرتے ہوئے آخر میں لکھتا ہے۔ کہ "یہ لوگ شرارت کے پتلے ہیں۔ بدکاروں کی نسل وہ ایسی اولاد ہیں کہ جو مفسد اور رشوت خور ہے۔ انہوں نے خدا کو ترک کر دیا ہے۔ اس لئے ان کے لئے بھی وہی حکم انتظار کر رہا ہے۔ کہ جو کہ یہودیوں کے نبی نے اپنے زمانہ کے مفسد امرا کیلئے پیشگوئی کے طور پر بتلا چھوڑا تھا۔ یعنے اس لئے دوزخ بڑھ گئی ہے۔ اور اس نے اپنا منہ بے حد کھول دیا ہے۔ اور انکی عزت انکی کثرت اور ان کی شان و شوکت اور وہ جو کہ اس میں عیش کرتے ہیں اس میں (دوزخ میں) ڈالے جائینگے" اس فقرہ کو نقل کرنیکے بعد پھر یورپ کے امرا کی طرف رجوع کرتے ہوئے مسٹر سٹیڈ کہتے ہیں۔ کہ "مدتوں سے فیصلے میں ڈھیل پڑتی گئی ہے۔ مگر کسکو علم ہے۔ کہ جزا سزا کا دن خدا کے غضب کا دن شاید قریب ہی ہو"

افسوس کہ مسٹر سٹیڈ کو یہ علم نہیں۔ کہ خدا کا مامور مبعوث ہو چکا اور آلہی عذاب اور آسمانی بلائیں دنیا پر اتر رہی ہیں۔ اور سزا جزا کا کام شروع ہو گیا ہے۔ پس مبارک ہے۔ وہ جو اپنی گرفتاری سے پہلے توبہ کرتا ہے۔

یادِ حبیب

ذیل میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں۔ جو پہلے کہیں شائع نہیں ہوئے۔ امید ہے۔ کہ ناظرین کے لئے یہ اشعار دلچسپی کا باعث ہوں گے۔ (ایڈیٹر)

بگرفتند راہ مولے را
پشت پائے زدند دنیا را

دل ز آرائش جہان بردار
عمرِ خود چون سگان کو بگذار

ہست دنیا رفیقِ غدّارت
نہ تو یارِ کسے نہ کس یارت

بجوانی کنید خدمتِ یار
کہ بہ پیری نمے شود این کار

کوری آمد نشانِ استدراج
غفلت از عیبِ نفس و سوءِ مزاج

ترکِ دنیاءِ دون بکلّی کن
بیخ نفسِ شقی برار از بُن

عاشقِ زار در ہمہ گفتار
سخنِ خود کشد بجانبِ یار

بے تو شوقِ گریستن دارم
اینچنین شغلِ زیستن دارم

بر زبان گفتگوئے زہد و عفاف
کارہا جملہ بدتر از اجلاف

سالکِ اوّل بود بخامی کار
گاہ غرق و گہے فتد بہ کنار

باز نادم شود ز سستئ دین
عہد بندد برائے ہر آئین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہم اور ہمارے فرائض

{ سلسلہ کے لئے دیکھو
رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۱ }

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - یٰٓاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ - اے ایمان والو خدا کا کامل تقوےٰ کرو اور وہ تقوےٰ ایسا کامل ہو - کہ پھر اس سے بڑھکر کوئی نہ ہو سکے - مگر تم ذرا اپنے ایمانوں کو جانچ کر تو دیکھو - اور اپنے گریبانوں مین جھانک کر تو بتاؤ - کہ کیا تم نے خدا کو ایسا پہچانا ہے - جیسا کہ اسکی پہچان کا حق ہے؟ اور کیا تم ایسے متقی ہو - جیسا کہ اُس نے تمہین بننے کے واسطے حکم دیا ہے -

ایک کنسٹیبل کے دیکھتے ہوئے - کوئی شخص چوری نہ کریگا - شراب خانے ہیں جاتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھ بھال لیگا - کہ اُسے واقف حال دیکھتا تو نہیں - ایک بازاری عورت کے ہان جاتے ہوئے بڑا چوکس ہو کر جائیگا - کہ کسی دشمن کی اُسپر نظر نہ پڑ جائے - ایک پولیٹیکل

مجرم گورنمنٹ کے ملازم کا ہر طرح سے خیال رکھے گا۔ کہ مبادا کوئی اس کے حال سے آگاہی حاصل کرلے۔ ایک بل میں جسمیں اسے یقین ہے۔ کہ ایک زہریلا سانپ بیٹھا ہے۔ کبھی جانکر انگلی نہ ڈالے گا۔ جلتے ہوئے انگاریکو کوئی اٹھانیکی جرأت نہ کریگا۔ اور ایسا کھانا جس میں اسے وہم ہے۔ کہ زہر کی ملونی ہے۔ ہرگز ہرگز نہ کھائے گا۔ یہہ سب کچھ کیون؟ اس واسطے کہ اسے یقین ہے۔ کہ ایسا کرنے میں اسکی ہلاکت ہے۔ عزت یا شہرت کو دھبہ لگتا ہے۔ جھوٹی عصمت یا پاکدامنی پر دھبہ آتا ہے۔ دوستون میں ہم مجلسون میں بدنامی کا اندیشہ ہے۔ یا گورنمنٹ کی گرفتاری کا خوف ہے *

مگر خدا کو حاضر ناضر اور عالم الغیب مانتے ہوئے بھی سب کچھ کرتا ہے۔ اور اسکی پرواہ نہین کرتا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ اس کو خدا پر ایمان نہیں۔ اور ایک کانسٹیبل کے برابر بھی اسکے دل میں خدا کا خوف نہیں۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ اُسے خدا پر ایمان بھی نہین۔ ورنہ کوئی وجہ نہین۔ کہ خدا پر بھی ایمان ہو اور اوس کی تمام صفات کاملہ کا بھی یقین ہو اور پھر گناہ بھی کرے جس طرح نور اور ظلمت جمع نہیں ہو سکتے۔ اسیطرح ایمان اور گناہ کبھی ایک دل میں اکھٹے نہیں رہ سکتے *

دیکھو ایک جنگ مین بعض صحابہؓ ذراسی غفلت یا سستی کے باعث پیچھے رہ گئے تھے۔ اُن کا ذکر قرآن شریف نے کیا ہے۔ اور انکی دلی حالت کا نقشہ کھینچ کر بتایا ہے۔ ذرا اس پر غور تو کرو۔ اور اس سے عبرت پکڑو اور اپنے اور اُن کے ایمانون کا موازنہ کرو۔ کیا تم اُنہی کے وارث اور جانشین ہونے کے مدعی ہو؟۔

اُن کے متعلق خدا بشارت دیتا ہے۔ کہ ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔ یعنی انہوں نے اپنی اس کمزوری کا ایسا احساس کیا۔ کہ زمین اُنپر تنگ ہوگئی۔ اور اُن کو خدا کے سوا کوئی مفر اور جائے پناہ نظر نہ آیا اور وہ خدا کے لئے مر مٹے۔ تب جاکر خدا نے اُن کی اس معمولی سی سُستی کو معاف کیا ؛

اُن میں سے ایک کا ذکر ہے۔ کہ وہ چونکہ بڑا معزز اور قوم کا سردار اور مانا ہوا آدمی تھا۔ ایک عیسائی بادشاہ نے اس کے متعلق یہ حالات سُن کر نیش زنی کا اچھا موقع پایا۔ اور اس کا رخت ایمان پھاڑنے کے واسطے اپنا جام تزویر یون پھیلایا۔ کہ اپنے ایک ہوشیار ایلچی کو اس کے پاس ایکخط دیکر روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ آپ قوم کے اعلےٰ ہیں۔ آپکا خاندان عرب بھر مین بجائے خود ایک نہایت قابل عزت اور واجب الاحترام بزرگ ہین۔ مگر مین نے سنا ہے۔ کہ محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے آپ سے ایسا بُرا سلوک کیا ہے۔ اور آپکی شان اور عزت کا ذرا بھی پاس نہیں کیا لہذا آپ ہمارے ہان آجاوین ہم ہر طرح سے آپکی عزت وعظمت کیواسطے حاضر دیتا رہین ؛

اللہ اللہ جائے غور اور مقام عبرت ہے۔ ایک طرف تو وہ مصیبت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بالکل الگ کر دیا۔ کوئی دوست اُس سے کلام نہیں کرتا کوئی اسکی بات کا جواب تک نہیں دیتا۔ بیوی تک کو اس سے کلام کرنے کی اجازت نہیں۔ شجر وحجر اس سے مخاطب نہیں ہوتے۔ اور تنہا دیوانہ وار دن رات جنگل بیابان مین پھرتا ہے۔ روتا ہے۔ اور چلاتا ہے اور اوسکی اس حالت کیواسطے اسکا ایک بھی مونس وغمگسار نہین۔ دوسری

معززاور عیسائیت اور اب

طرف ایسے ابتلا کے وقت میں ایک بادشاہ بلاتا ہے۔ اور غمگساری کو ساتھ تیار ہے۔ عزت وعظمت جاہ ومال کے پکے وعدے کرتا ہے۔

کیسا نازک مقام اور کیسا مشکل امتحان تھا۔ مگر اس کا ایمان دیکھو کہ اس خط کا جواب اس نے اس بادشاہ کو کیا دیا۔ اس خط کا جواب یہہ تھا۔ کہ اس ایلچی کے سامنے اس خط کو ایک جلتے تنور میں ڈالدیا۔ اور ایلچی سے کہدیا۔ کہ جاؤ اپنے بادشاہ سے کہدو کہ تمہارے خط کا یہی جواب ہے ؛

اب اس زمانے میں ذرا تلاش تو کرو کہ ایسے مسلمان کہیں ڈہونڈی سے ملتے ہیں ؟۔

بات بات پر ایمان فروشیاں ہو رہی ہیں۔ اور پیسے پیسے کیواسطے نقد ایمان فروخت کیا جا رہا ہے۔ چہ جائیکہ کوئی بادشاہ کسی پر مہربان ہو کر اسے عزت وآبرو کے وعدے کرے۔ میں تو خیال کرتا ہوں کہ شائد ۸ فیصدی ایسے مسلمان ہونگے۔ کہ فوراً ایسے موقعہ پر دین ایمان ترک کرنیکے واسطے تیار ہو جاویں ؛

اصل بات یہہ ہے کہ اگر انسان کامل تقویٰ رکھتا ہو اور خدا ہر وقت اسکے پیش نظر ہو۔ تو کوئی گناہ اسکے پاس نہیں آسکتا۔

بعض گناہ تو ایسے ہیں۔ کہ ایمان تو ایک بڑی عظیم الشان چیز ہے۔ اگر انسان معمولی اخلاق بھی رکھتا ہو تو اسسے سرزد نہیں ہوتے۔ اور اسکا کانشس اور ضمیر قلب اسکو خود ملزم کرتا ہے ؛ مثال کے طور پر ایک چور کو جو دوسرے کا مال چراتا ہے۔ اگر اسبات کا خیال ہو کہ اسکا اپنا مال چرایا جائے گا تو اُسے کیسا رنج اور صدمہ ہوتا ہو۔ تو ہرگز چوری نہ کرے گا۔

ایک زانی اگر یہہ خیال کرے کہ اس کی بھی لڑکی اور بہین ہے - اور وہ بھی بیوی اور ماں رکھتا ہے - اور اُن سے کوئی ایسا بد اسلوک کرے تو وہ اسکو کسطرح ناپسند کرے گا - تو پھر دوسرے کی لڑکی بہن بیوی یا ماں سے یہ گناہ تو ایک ایسی قبیح چیز ہے - کہ ایک صحیح العقل اور سلیم الفطرت انسان اسے ہرگز نہیں کر سکتا اور اگر گناہ کرتے وقت اس بات کو اپنی ذات پر وارد کرکے دیکھے - تو میں خیال کرتا ہون - کہ منٹ تو کیا سیکنڈ مین تمام قسم کے گناہ کی لسان کے دل سے بیخ و بن کٹ جاتی ہے - اور انسان ہمیشہ کیواسطے گناہ کی نجاست اور اسکی غلامی سے آزاد ہو سکتا ہے +

مگر افسوس تو رہ رہ کر اس بات پر آتا ہے - کہ مسلمانوں مین نہ روحانیت ہی ہے - اور نہ تقویٰ ان کے دل مسخ ہو گئے ہین - اور فطرت ان کی مرچکی ہے یہی باعث ہے کہ قومیت بھی نہیں رہی - پھر فرماتا ہے - کہ وَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْن - موت کا کوئی مقرر وقت نہیں - اور نہ کسی کو علم دیا گیا ہے - کہ کس منٹ میں اس کی جان اُس قفس عنصری سے پرواز کر جائیگی مگر باوجود اکثر ہیں - کہ وہ اس خیال میں ہیں - کہ ابھی تو بڑا وقت ہے - بڑھاپے مین توبہ کر لیں گے - اگر ایسا یقین ہوتا کہ خدا قادر ہے - اور اسے اس بات کی کامل قدرت ہے - کہ جب چاہے بلالے - اور اس وقت نہ کوئی انکار پیش جائیگا - اور نہ اس وقت کو کوئی پیچھے ہٹا سکیگا تو ایسا ہرگز نہ کرتے - اور ہر وقت خدا کے حضور حاضر ہونے کیواسطے تیار و کمربستہ رہتے - اور اپنے حساب کتاب کی جانچ پڑتال کرتے رہتے - اصل مین اس آیت کا منشا بھی یہی ہے - کہ انسان کو چونکہ موت کا علم نہیں دیا گیا - کہ کسوقت اور کس گھڑی وہ آجاویگی - لہذا انسان ہر وقت اپنے تمام جوارح سے ہاتھ - پاؤں - کان - ناک - دل اور

دماغ سے ہر وقت خدا کا سچا فرمانبردار بنا رہے۔ اور کوئی لمحہ بھی سستی اور غفلت میں بسر نہ کرے۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ اس حالت میں موت اسے آن دبوچے۔ جس طرح میدان جنگ میں سپاہی کو ہر وقت مسلح رہنا پڑتا ہے اسیطرح انسان کو بھی لازمی ہے۔ کہ شیطان کی جنگ اور نفس کی کید سے غافل اور بے پرواہ نہ ہو بلکہ ہر وقت مسلح رہے۔

مسلمان کے معنے ہی فرمانبردار کے ہیں۔ اور اس لفظ کا مطلب ہی یہی ہے۔ کہ انسان اپنی ساری طاقت اور سارے ارادوں کے ساتھ خدا کی طرف جھک جائے خدا کے آگے گردن ڈال دے۔ اور اسکی روح پانی کی طرح آستانہ الوہیت پر بہنے لگے۔ اس کا اپنا کچھ نہ ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جب تم میں یہ حالت پیدا ہو جاویگی تو تم پر خدا کی طرف سے یہ فضل نازل ہوگا۔ کہ تم ایک جماعت بن جاؤ گے ایمان۔ تقویٰ اور سچی فرمانبرداری کا لازمی نتیجہ اور انعام جو خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ پھر اس شخص کیساتھ ایک جماعت ہوتی ہے چنانچہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا سے پہلی آیت سے ربط میں غور کرنے سے صاف یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اب جب ایک جماعت ہو گئی تو آیت بالا میں اس جماعت کے مناسب حال احکام دیئے ہیں۔ کہ جب خدا کا انعام تم پر نازل ہو جائے۔ اور تم ایک جماعت ہو جاؤ تو پھر آپس میں اتفاق اور وحدت کی کوشش کرو۔ نفاق اور بے اتفاقی کو قریب تک آنے دو۔ کیونکہ یہ امور جماعت اور وحدت کے نتائج سے محروم رکھنے والے ہیں۔

میرا تو یقین ہے۔ کہ صحابہ کا ایمان تو درکنار اگر تم میں انکی عورتوں کا سا بھی ایمان ہو تو دنیا کا فتح کر لینا کچھ بڑی بات ہی نہیں۔ اور دنیا کے دل تو پہلے ہی سے تیار ہیں اور

خدا کی طرف سے ہی تحریکات شروع ہین۔ بھلا غور تو کرو کیا کوئی اپنے آپکو گڑھے میں ڈالنا چاہتا ہے اور کیا کوئی جان بوجھکر زہر کا پیالہ پینا چاہتا ہے؟ کیا کوئی ایسے جنگل میں خود بخود اپنی خوشی سے جانا چاہتا ہے جہان اسے یقین ہے کہ اسمیں ایک بھوکا آدم خور شیر موجود ہے؟ اگر کسی کو علم ہو جاوے کہ اس بل میں سانپ بیٹھا ہے۔ تو کیا وہ اس میں اپنی انگلی ڈالے گا؟ پس اس وقت اگر ہم دنیا پر ثابت کردین کہ حق ہمارے ساتھ ہے۔ اور دنیا کو اپنے قول سے اپنے فعل سے دکھا دیں۔ کہ واقعی جو ہم کہتے ہین سو وہ خدا کی شناخت کا سچا ذریعہ ہے۔ باقی تمام ٹیڑھے راستے اور خوف ہلاکت سے خالی نہیں ہیں۔ اور اگر ہم اپنے نور ایمان کے ثمرات دنیا کو عملی رنگ میں چکھا دین۔ اپنی امتیازی اور بے لوث زندگی سے دنیا کے دلوں کو فتح کرلین اور صحیح براہین قاطعہ اور علم صحیح سے دنیا کو بتا دین۔ کہ درحقیقت وہی سچی راہ ہے۔ جو ہمارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ دنیا میں لائے۔ اور آپ نے جو فرمایا وہ واقعی سچ اور راست ہے۔ تو میں نہیں خیال کرسکتا کہ لوگ اسے رد کردینگے جب اُن کو یہہ ثابت ہو جاوے۔ کہ وہ ظلمت میں ہیں۔ اور ہم انکو نور پیش کرتے ہیں تو کیوں وہ ظلمت کو پیار کریں گے؟ اصل بات یہہ ہے۔ کہ دنیا کافر نہین۔ بلکہ ہم خود مجرم ہیں۔ کہ ہم نے کوشش کا حق ادا نہیں کیا۔ خدا کی امانت کو جو ہمارے پاس پہونچی تھی۔ اسکی قدر نہ کی اور لوگوں کو پہونچایا نہیں۔ پس بالیقین جانو کہ ملزم تم ہو نہ کہ دنیا کیا تم نے تبلیغ کا حق ادا کیا؟ کیا تم نے کسی پر قول موجہ سے حجت پوری کی؟ ہرگز نہین۔

جو بات تم دنیا کو منوانی چاہتے ہو۔ پہلے تم خود تو اس پر عمل کرکے دکھاؤ۔ جو بات خود مسلمان اور پھر احمدی کہلاکر نہیں کرتے۔ اسکی اوروں سے کیونکر امید کرسکتے ہو۔ پہلے خود اپنی اصلاح کرو۔ اور ایسے بن جاؤ۔ کہ تمہارے حرکات تمہارے

سکنات میں ہر وقت خدا تمہارے پیش نظر ہو حدیث میں وارد ہے کہ کمال ایمان یہ ہے۔ کہ تم پر ایسی حالت وارد ہو جاوے۔ کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر ایسا ابھی نہیں ہوا تو کم از کم یہ تو ہو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ بھی نہیں تو پھر تمہارا ایمان محفوظ نہیں۔ اور نہ کامل تقویٰ تم پر پیدا ہوا ہے۔ اور ایسا ایمان ہر وقت خطرے میں ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب (علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام) نے قوم کی نازک حالت سے دردمند ہو کر قومی خدمات کیواسطے قربانیاں کرنے کیواسطے فرمایا تھا۔ تو اس وقت غالباً چودہ یا پندرہ آدمیوں نے حضور کی خدمت میں لکھا اور اپنی زندگی وقف کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ مگر افسوس وہ بھی وقتی تھا کیونکہ بعد میں ہم نے اسکا عملی نتیجہ کوئی نہ دیکھا۔ اگر ان میں سے ایک دو نے ایسا کیا بھی تو کیا ہوا۔ صرف زبان سے کسی بات کیواسطے تیار ہو جانا کافی نہیں۔ اور نہ ہی خدا کے حضور ایسی زبانی لاف کی کچھ قدر ہوتی ہے جس کے ساتھ عملی کارروائی دلیل کے طور پر اس دعوے کی تصدیق نہ کرے۔ زبانی تو انسان ہزاراں دعوے کر سکتا ہے۔ اور لوگوں کو چند منٹ کے واسطے خوش بھی کر سکتا ہے۔ لیکن اگر اس نے جیسا کہا اسکے مطابق کر کے کچھ نہیں دکھایا تو سب دعوے ہیچ ہیں۔

ان باتوں کے واسطے صحابہ کے نمونے دیکھو۔ انہوں نے جو کچھ کبھی کہا تو کیا اسے پورا کر کے دکھایا۔ گھاس کھائے پیٹ پر پتھر باندھے۔ مگر قول کے کیسے پکے اور آن کے کیسے پورے نکلے۔ کیا تم میں کوئی ہے کہ اس قسم کا نمونہ دکھا سکے؟ اور اگر نہیں تو پھر جو کچھ تم نے کیا ہی نہیں اس کے انعام کے کیونکر مستحق ہو سکتے ہو؟ میں مانتا ہوں۔ کہ ایک قلیل جماعت تم میں سے صحابہ کا نمونہ دکھا رہی ہے۔ مگر چند آدمی قوم کے قائمقام نہیں ہو سکتے۔

دیکھو ہمارے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم صحابہؓ سے تنگ رہتے تھے۔ اصحابؓ

نے اس ۲۳ سال کے عرصہ میں کیا رنگ پکڑا۔ کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ اس کیواسطے ذرہ تاریخ کو ٹٹولو۔ اور دیکھو کہ اُن لوگوں نے کس طرح دنیا کو کنپا دیا۔ مگر یہاں تک ہوئے ۲۳ کے خدا کا مرسل تیئس ۲۳ برس سے بھی زیادہ عرصہ ہم میں رہا۔ پھر ہم ہیں کہ قعرِ گمنامی میں پڑے ہیں کوئی جانتا بھی نہیں کہ ہم کون ہیں۔ اور ہم نے کرنا کیا ہے۔ اپنے فرض ہی سے غافل ہیں۔

ہم نے اب تک کیا کیا ہے۔ ؟ زیادہ سے زیادہ ایک مدرسہ ہے۔ یا میگزین۔ مگر ان میں بھی کوئی کامیابی نہیں۔ کوئی خاص امتیازی رنگ نہیں۔

جنگ بدر میں دو نوجوان لڑکوں کا ایک قابل رشک نمونہ ہے۔ چودہ پندرہ سال کے دو نوجوان آنحضرت کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنگ میں ہمراہ جانے کی اجازت مانگتے ہیں۔ رسول اللہ فرماتے ہیں۔ کہ نہیں تمہارے جانے کی ضرورت نہیں۔ تم ابھی بچے ہو۔ اور ناتجربہ کار ہو۔ وہاں جنگ کا معاملہ ہے۔ اور جان کا کھیل۔ مگر وہ بھی حضور نبوی میں بصد ادب التماس کرتے ہیں کہ حضور ہمیں حضور کی ہمرکابی کا شوق ہے۔ ہمیں اجازت دی جاوے آخر آپ نے اُن کے شوق اور اصرار پر انہیں اجازت دی۔ لکھا ہے۔ کہ وہ جنگ میں بڑی دلیری سے لڑے۔ یہاں تک کہ ایک شہید ہوا۔ اور دوسرے کا ہاتھ کاٹا گیا

دوسری طرف صحابہ کی عورتوں کی اور بھی نہایت عجیب اور قابل رشک نظیریں موجود ہیں۔ لکھا ہے کہ جنگ احد کے موقعہ پر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر اُڑی اور وہ گونج کی طرح مدینہ میں پہنچی۔ تو عورتیں مدینہ سے روتی ہوئی نکل آئیں۔ ادھر سے ایک صحابی میدان جنگ سے مدینہ کو آرہے تھے۔ ایک عورت اس سے یوں مخاطب ہوئی۔ کہ کیا رسول اللہ شہید ہو گئے؟ اس کے جواب میں وہ صحابی کہتا ہے۔ کہ تیرا خاوند جنگ میں مارا گیا۔ تو وہ پھر پوچھتی ہے۔ کہ

میں نے خاوند کی بابت نہیں پوچھا۔ تو مجھے جلدی بتا کہ رسول اللہ تو زندہ ہیں اس کے جواب میں وہ کہتا ہے۔ کہ تیرا بھائی بھی مارا گیا۔ وہ پھر جھنجلا کر پوچھتی ہے کہ میں نے بھائی کا نہیں پوچھا تو مجھے رسول اللہؐ کا حال بتا۔ تو پھر وہ کہتا ہے کہ تیرے بیٹے مارے گئے۔ وہ پھر کہتی ہے۔ آنحضرت کی نسبت بتا کہ آپکا کیا حال ہے۔ جسکے جواب میں صحابی نے کہا۔ کہ ہاں آپؐ تو زندہ ہیں۔ مگر تیرے سارے رشتہ دار مارے گئے ہیں۔ وہ اسکے جواب میں کہتی ہے۔ الحمد اللہ مجھے آنحضرتؐ کی زندگی میں کسی کے مرجانے کی پرواہ نہیں۔

اب ذرا غور کرو کہ کیا کسی کا ایسا ایمان ہے؟ کوئی ہے۔ کہ ایسے ایمان کا دعویٰ بھی کر سکے؟ جس قوم کی عورتوں میں یہ روح تھی وہ کیوں دنیا کی فاتح نہ ہوتی ایک طرف ہم ہیں۔ کہ ایک پیسے کے نقصان پر مرتے ہیں اور انگلی کٹنے کے خوف سے بھی بھاگ اٹھتے ہیں۔ حضرت سعد بن وقاص جب ایران کیواسطے گئے تھے تو ایک بہادر عورت نے اپنے پانچ بیٹوں کو یہہ کہکر رخصت کیا تھا۔ کہ جب ہم کافر تھے۔ تو مسلمانوں کو ہم نے بڑے بڑے نقصان پہونچائے اس وقت میں تم کو سچے دین کی حمایت کیواسطے بھیجتی ہوں۔ دیکھو بدنام نہ کرنا۔ اور دین کی راہ میں جان قربان کرنا۔ اُن کے سردار کو قتل کرنا۔ خواہ لوٹ کر ایک بھی نہ آؤ۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ اس جنگ میں وہ پانچوں سردار لشکر پہ ٹوٹ پڑے۔ اُنمیں سے چار تو رستے میں جاتے جاتے ہی شہید ہو گئے آخر پانچویں کی تلوار نے اس سردار کا کام تمام کیا۔

کیا آج کوئی عورت ہے۔ کہ ایسا نمونہ دکھا سکے اور دین کے واسطے ایسی قربانی پیش کر سکے؟ میں کہتا ہوں کہ عورتوں کو تو چھوڑ دو یہاں تو مرد بھی اُن عورتوں کی گرد تک کو نہیں پہونچ سکتے۔ اور اگر ایک دو ہیں بھی تو وہ

النادر کالمعدوم ہیں۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ جس نے حضرت حمزہ کے ایک جنگ میں بحالت کفر ناک کان کاٹ لئے تھے۔ اور اُن کا کلیجہ چبا گئی تھی مسلمان ہو جانے کے بعد ایک جنگ کے موقعہ پر جب ابوسفیان معہ چند مسلمانوں کے میدان جنگ سے پیچھے کو بھاگے تو وہ اور عورتوں کو ساتھ لیکر بڑھی اور کہا کہ بھاگنے والے مردوں کو لاٹھیوں سے مارو۔ چنانچہ بعض بھگوڑوں کی عورتوں نے لاٹھیوں سے خبر لی اور اُن کو شرم دلائی کہ مرد ہو کر بھاگتے ہو آخر پھر لوٹ کر جنگ میں شریک ہو گئے +

پچھلے وقت کے مسلمانوں اور ان کی عورتوں اور بچوں کے ایسی ایسے نمونوں سے تو تاریخ بھری پڑی ہے۔ مگر جبکہ اُن سے نصیحت نہ پکڑی جائے تو انکو بیان سے کیا فائدہ دیکھو حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کیوقت حضرت اسمٰعیل کی عمر صرف آٹھ برس کی تھی۔ اور حضرت ابراہیمؑ اسوقت ۹۳ برس کے تھے۔ یہہ انسانی عمر کا بالکل آخری حصہ تہا۔ در آئیندہ بظاہر کوئی امید کسی اور اولاد کی نہ ہو سکتی تھی۔ مگر اُن کا ایمان دیکھو اور فرمانبرداری کو ذرا غور سے مطالع کرو کہ ذرا سا اشارہ پاتے ہی جھٹ چھری لیکر بیٹے کو ذبح کرنے کے واسطے تیار ہو گئے ہیں۔ وہ تو خیر خدا کے نبی تھے۔ اور ابو الانبیاء اور خلیل خدا تھے مگر اس آٹھ سالہ بچے کی فرمانبرداری کو دیکھو کہ وہ کیا کہتے ہیں یَاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ یعنے اے باپ آپ کو جو خدا نے حکم دیا ہے۔ اس کی تعمیل کیجئے۔ میں انشاءاللہ صابر ہی ثابت ہونگا سبحان اللہ باپ تو خدا کا فرمانبردار تھا ہی۔ مگر بیٹا بھی کس پایہ کا انسان تھا۔

پس یاد رکھو اور دیکھ رکھو کہ تمہارا سب سے بڑا فرض کمال ایمانی تقویٰ اور قوت اطاعت کا پیدا کرنا ہے۔ میں حیران ہوں کہ ایک طرف تو

آریہ ہیں کہ نیوگ جیسے گھنونے اور قابل شرم ننگ انسانی مسئلہ کو بھی بڑے فخر اور جرأت سے پیش کرتے ہیں۔ دوسری طرف مسلمان ہیں کہ انہوں نے اعتراضات کی زد اور حملوں کے نیزوں سے بچنے کے واسطے آہستہ آہستہ اپنے مذہبی مسلمات کو بھی ترک کرنا شروع کر دیا ہے۔ بانت نئے تجارب اور بدلتے ہوئے فلسفے کیساتھ مذہب کے تطابق کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ہر وقت پہلو بدلتے ہیں۔ مگر کیا اسطرح سے اس روشن خیالی کے زمانہ میں تم کامیاب ہو سکو گے ہرگز نہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ تم مذہب کو اصلی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرو۔ فلسفۂ یورپ کی طرح نت نئے رنگ اور حاشئے نہ چڑھاؤ اور اس پاک صورت میں جسمیں ہمیں یہہ پاک مذہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہے۔ پیش کرو جس مذہب کو پیش کرتے ہوئے آنحضرت کو کوئی شرم نہ محسوس ہوئی بخدا تم سی بیحیا کوئی نہ ہوگا۔ تم اسکو پیش کرتے ہوئے شرماؤ خدا کے احکام کے پہونچانے اور خدا کے دین کی تبلیغ کیواسطے دنیا میں نکلیں اور بھوک پیاس یا تنگی ہمیں روک نہ سکے۔ ہمیں ایک نور ملا ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ اس نور کو دنیا کے آگے پیش کریں اور خواہ پتھر پڑیں۔ مارے جائیں۔ مگر اپنے فرض کو ترک نہ کریں +

ہمارا فرض ہے کہ ہم صحابہ کا نمونہ دکھا دیں۔ اُنکی عورتوں اور بچوں کا رنگ ہماری عورتوں اور بچوں میں پیدا ہو جاوے +

دیکھو تم اپنے بھائی بیٹے یا کسی رشتہ دار کی بیماری کے وقت کیونکر اپنے آرام اور سکھ کو ترک کر دیتے ہو ٹھنڈی راتوں کی گہری نیندیں کیونکر چھوڑ دیتے ہو۔ اپنا محنت سے کمایا ہوا عزیز مال کیونکر بے دریغ لٹاتے ہو۔ عطاروں پنساریوں ڈاکٹروں اور طبیبوں کے دروازوں پر کیونکر عاجزی و انکساری سے جاتے ہو۔ مگر بار ہیں کیوں تم اپنے

اصل مقصد کو بھولے بیٹھے ہو۔ کیا تمہیں اسلام کی مصیبت اور اپنے پیارے دین کی حالت نازک کا کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ وہ دشمنوں کے حملوں سے کیسا چور ہو رہا ہے اور کیونکر بیکسی اور بے بسی کی حالت میں بے یار و مددگار پڑا ہے۔ تمہاری حمیت اور عبرت کیا ہوئی۔ تم کیوں ایسے گئے گزرے ہو گئے ہو کہ اس مصیبت کا احساس بھی تم میں پیدا نہیں ہوتا؟

اسلام مظلوم ہے۔ مگر تم آرام سے نرم نرم بچھونوں پر سوتے ہو۔ کیا یہی اسلام کی صداقت تم نے سمجھی ہے؟ اور کیا یہی تمہارے دلوں میں اس دین کی قدر و منزلت ہے جسکو تم نے قبول کیا ہے۔ افسوس۔

تمہارے دشمن۔ تمہارے خدا کے دشمن خدا کو اسلام کو قرآن کو اور تمہارے معصوم نبی کو گالیاں دیتے اعتراضات کے زہریلے نیزوں کی بوچھاڑ کرتے ہیں۔ مگر کیوں نہیں تمہارے دلوں میں ولولہ اٹھتا۔ وہ جھوٹ کی قدر کیواسطے دن رات جان و مال سے کوشاں ہیں۔ مگر تم صداقت کو اپنی سُستی اور غفلت کی وجہ سے خاک میں ملا رہے ہو۔ وہ ظلمت کی حمایت میں جان توڑ کوشش کراتے ہیں۔ مگر تم نور کو اندھیری کوٹھڑی میں بند کر کے بیٹھ رہے ہو۔

کیوں تمہارے ایمان مردہ ہو گئے۔ اور کیوں تمہارے دل گندے ہو گئے ہیں۔ دیکھو خدا گندے دلوں میں کبھی نازل نہ ہو گا۔

کیا ایک بادشاہ کو تم ایک اندھیری اور گندی کوٹھڑی میں بلا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ خدا تمہارے ایسے گندے دلوں میں جلوہ گر ہو۔ اور وہ تمہاری ایسی قربانی کو قبول کرے۔

خدا قدوس ہے۔ وہ پاکیزگی اور طہارت کو پسند کرتا ہے۔ پس خدا کو اپنی طرف متوجہ کرنیکے واسطے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اپنے دلوں کو پاک کرو۔ اور قلب سلیم

اور مخلص دل جو نور ایمان سے منور ہوں تیار کرو۔ اس کیواسطے تمہارے سامنے صحابہ کا نمونہ اور رسول اللہ کا اسوہ حسنہ موجود ہے۔

لوگ اندھیرے میں بیٹھکر تمہیں بلاتے ہیں۔ مگر تم باوجودیکہ تمہارے ہاتھ میں شمع رہی کسی کو نہیں بلاتے اور ہلاکت کے گڑھے میں گرتے ہوؤں کو نہیں بچاتے ؛

یاد رکھو کہ جب تک تم اپنا اصل فرض پورے طور سے ادا نہ کرو گے۔ تم کسی انعام کے مستحق نہیں ہو سکو گے۔ بلکہ ذلت وادبار اور بھی ترقی کریگا۔ کیونکہ تم پر اتمام حجت ہو چکی ہے۔

دیکھو میں نہیں بلکہ خدا کہتا ہے کہ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا الخ۔ یعنی جب تم پر ایمان اور تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کا انعام نازل ہو کہ تمہیں ایک قوم اور جماعت بنا دے تو پھر اس میں تفرقہ مت ڈالو ورنہ عذاب عظیم ہوگا۔

ماں باپ اور بھائی کے خوف سے انسان بعض کاموں سے رک جاتا ہے۔ ایک نمبردار کا خوف اس کے بدن پر ایسا کاری ہوتا ہے۔ کہ اس کی مخالفت نہیں کر سکتا تو پھر وہ تو احکم الحاکمین ہے۔ اس کے ارادہ کی جو مخالفت کریگا۔ اور جماعت میں پھوٹ اور اختلاف و تفرقہ ڈالیگا۔ تو اس کے واسطے عذاب عظیم ہوگا۔ خدا کا یہ فرمان کہ عذاب عظیم ہوگا۔ اس کا اندازہ انسان خود ہی کر سکتا ہے۔ جب معمولی اور ہم جنس اور کمزور انسان کے عذاب اور گرفت کی ہمیں برداشت نہیں تو پھر خدا کا عذاب عظیم کیسا ہوگا؟

پس بڑے خوف کا مقام ہے۔ توبہ کرو۔ اور اصلاح کر لو۔ اور دنیا کو اپنا نور ایمان دکھا دو۔ کہ واقعی جس راہ پر تم چل رہے ہو۔ وہی خدا کی راہ اور اسکی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے۔

نفس پر ایک موت وارد کر لو۔ اور جب کہ سچائی کو تم نے سچائی سمجھ کر قبول

کیا ہے۔ تو اسکی حمایت تمہارا سب سے پہلا فرض ہے +

(عبدالرحمٰن قادیانی)

ریویوز

ضرورت زمانہ اس کتاب پر گذشتہ پرچہ میں ریویو کیا گیا ہے یہ کتاب سرکاری کتاب کی ساز کے عمدہ کاغذ کے دوسو صفحون پر شائع ہوئی ہے یہ کتاب ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب قادیان ضلع گورداسپور سے ۸ پر ملسکتی ہے۔

الحق اس نام کا ہفتہ وار اخبار دہلی سے زیر ایڈیٹری میر قاسم علیصاحب احمدی نکلنا شروع ہوا ہے جسکے دو پرچے شائع ہو چکے ہیں اس اخبار کا اغراض یہ ہیں "مخالفین اسلام کے عموماً و پادریوں کے خصوصاً اعتراضات کا مہذبانہ جواب دینا۔ اسلام کی خوبیوں کا اظہار کرنا مسلمانوں میں باہمی اتحاد و اتفاق بڑہانا اور اختلافات باہمی سے اجتناب کرنا۔ گورنمنٹ برطانیہ کے احسانات کا اظہار کرنا" میرے خیال میں ان اغراض کے ماتحت جتنے بھی اخبار نکلیں تھوڑے ہیں۔ اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے اخبارونکو ضرور پڑھیں۔ جو مخالفین اسلام کے جواب میں ہو قیمت عام سے سالانہ ؏ ششماہی عہ ممالک غیر سے للعہ صناعت گورنمنٹ عالیہ سے عـــہ والیان ملک و دیمقدرت اصحاب سے حسب توفیق ہے۔

تمام درخواستیں برائے خریداری بنام میر قاسم علیصاحب ایڈیٹر و پروپرائیٹر پرانی منڈی پھول کی ترا ہا بیرم خان - دہلی - ہون -

شدھی کی اشدھی یہ کتاب دہلی کے مشہور و معروف مناظرہ مولوی قاسم علیصاحب کی تصنیف ہے۔ اسمیں انہوں نے دھرم پال۔ ڈی نام ایک انگریز اور ایک آسٹریلین لیڈی کے شدھ ہونے کی اصل کیفیت دکھائی ہے جسپر آریون نے بہت ناز کیا تھا۔ اور یہہ اسمیں دکھایا ہے کہ ہندوؤن کی کتب مقدسہ میں غیر مذاہب والوں کو ہندو کرنیکے متعلق کہیں ہدایات نہیں پائی جاتیں اس کتاب کی قیمت ۶ رہی۔ اور یہہ کتاب میر قاسم علیصاحب احمدی پھول کی منڈی ترا ہا بیرم خاں سے ملسکتی ہے

کنبہ کو ملکر ایک ہی مکان میں رہنا بہتر ہے یا الگ الگ

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ

امابعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ زِدْنٰھُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا کَانُوْا یُفْسِدُوْنَ وَیَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ شَھِیْدًا عَلَیْھِمْ مِّنْ اَنْفُسِھِمْ وَجِئْنَا بِکَ شَھِیْدًا عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ

ترجمہ تشریحی جن لوگوں نے اللہ اور اُس کے رسول سے انکار کیا۔ یعنے مخالفت مقابلہ کیا اور اسطرح وہ بُرے لوگوں کی ہدائیت میں سدراہ ہوے۔ یا عمداً انکو الٰہی رستہ سے روکا۔ انکو اس مقصد کے باعث عذاب پر عذاب ملیگا۔ ایک عذاب توانکو یہہ ہوگا۔ کہ وہ سلسلہ الٰہیہ کی ترقی اور کامیابی کو دیکھکر جلینں اور دوسرا یہہ ہوگا کہ انکی مخالفت کی کوششیں ناکام رہنگی اور وہ مقابلہ میں نقصان اٹھائینگے۔ ایکدن آتا ہے۔ کہ ہر پہلو سے مکمل طور پر فیصلہ کیا جائیگا۔ وہ فیصلہ جبر او ظلم کا نہین ہوگا۔ بلکہ انکو ملزم ثابت کیا جاویگا۔ ہم ہر امت میں سے انہی لوگون میں سے ایک گواہ کھڑا کرین گے۔ اوران سب کے اوپر تو گواہ ہوگا۔ یہہ شہید گواہی دینگے کہ انہون نے تبلیغ کا حق ادا کردیا تھا۔ اور لوگون نے باوجود پیغام الٰہی سننے کے انکار کردیا تھا۔ اور ہم نے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تجھ پر یہہ کتاب نازل کی ہے۔ جسمین جملہ ضروری اور مفید باتون کا ذکر ہے۔ ہم نے اس مسئلہ کو اسمین کافی طور پر بیان کردیا ہے۔ یہہ کتاب ہدایت کیلئے ہے۔ جس کی پیروی سے رحمت ملتی ہے۔ اور اسکا ثبوت یہہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے

حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے والونکو بشارات ملتی ہین۔

جناب پریزیڈنٹ صاحب اور حاضرین مجلس۔ یہہ آیات جو مین نے تلاوت کی ہین۔ اور انکا قدرے تشریح کے ساتہہ ترجمہ سنایا ہے۔ انمیں سے اسوقت میرا مطلب خود اس حصہ سے ہے۔ کہ قرآن مجید ایسی مکمل کلام الٰہی ہے۔ کہ اسمیں کل ضروری اور مفید باتون کا ذکر ہے۔

مین نے آج تک کوئی کتاب یا رسالہ اس مضمون پر نہین پڑہا کہ آیا ایک کنبہ کے جمیع افراد کو ملکر ایک ہی مکان مین رہنا بہتر ہے۔ یا الگ الگ۔ اور نہ ہی کبھی بحث کا اتفاق ہوا ہے۔ مگر اول تو یہہ مضمون ایسا ہے۔ کہ تقریباً ہر شخص کو اس کا ذاتی تجربہ ہے۔ اور علاوہ اسکے ہر شخص کو بیرونی شہادت اپنے گرد و نواح سے ملسکتی ہے پس چونکہ عقل و قیاس کو ہدایت تجربہ اور مشاہدہ سے ملتی ہے۔ اس لئے کتابی علم کے بغیر بھی اس پر بخوبی رائے زنی ہوسکتی ہے۔ دوم میرا ایمان ہے کہ قرآن مجید مین جملہ ضروری اور مفید باتون کا ذکر ہے جسکا وہ خود مدعی بھی ہے۔ پھر چونکہ اس کتاب پاک نے انسان کی اخلاقی۔ تمدنی اور روحانی ہر نوع کی تربیت اور اصلاح کا ذمہ لیا ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی ایک ضروری تمدن کا مسئلہ ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ ہمیں اسمیں اس کے متعلق احکام مل جائیں اور اگر ایسی صریح اور واضح احکام نہ ہوں تو ایسی تعلیم بعض دیگر مسائل کی نسبت ہو جس سے ہم مضمون زیر بحث کے متعلق تمسک کر سکیں۔ پس جہان ایک طرف میری یہہ کوشش ہوگی۔ کہ عام تجربہ اور مشاہدہ یعنے عقل اور قیاس کی بنا پر بحث کرون۔ دوسری طرف مین دکہاونگا کہ کلام اللہ کی رو سے فیصلہ کا نور کس جانب ہے۔ آیا اس طرف ہے۔ کہ کل اہل کنبہ کو ایک ہی جگہ باہم ملکر رہنا چاہئے۔ یا اسطرف ہے کہ الگ الگ رہنا بہتر ہے۔

پیشتر اس کے کہ میں سلسلہ بحث شروع کرون۔ مناسب سمجھتا ہون کہ

مضمون کے مفہوم کو ذرا واضح کردوں میرے خیال میں اہل کنبہ کے ملکر رہنے سے
مطلب ہے۔ کہ والدین اور انکی اولاد خصوصاً نرینہ اولاد بالغ ہونے اور بیاہ شادی ہونے
کے بعد یا صاحب اولاد ہونے کے بعد ایک ہی مکان میں یا اسکے مختلف حصوں
میں اس طرح رہیں کہ انکی کمائی اور آمدنی اور خرچ اخراجات مشترکہ رہیں اور الگ
الگ رہنے سے یہہ مطلب ہے کہ وہ علیحدہ ہیں اور اپنی خرچ و آمد کے خود ذمہ وار ہوں۔
یہہ ایک مسلم امر ہے۔ کہ حکومت کا اثر رعایا پر بہت ہوتا ہے۔ اور وہ قدرتی طور پر
حاکم قوم کے رسم و رواج اور اوضاع و اطوار کے ماتحت آجاتے ہیں۔ گو عام طور پر عقاید
میں تغیر واقع نہیں ہوتا مگر تاہم اندر ہی اندر کچھ ایسا اثر ہوتا جاتا ہے کہ وہ اسکو معلوم نہیں
کر سکتے۔ اس ملک ہند میں جب مسلمانوں کی حکومت تھی۔ تو آہستہ آہستہ ہندؤوں
کی قطع وضع اہل اسلام کی سی ہوگئی تھی۔ مسلمانوں کیطرح ڈاڑہی رکھنے لگ گئے تھے اور
انہیں کا سا لباس اختیار کر لیا تھا یہی حال اب ہے۔ انگریزی حکومت میں خصوصاً تعلیم یافتہ
گروہ کی قطع وضع اور طرز لباس میں بہت تغیر واقع ہو گیا ہے اور انہوں نے انگریزوں
کیساتھ ایک مشابہت پیدا کر لی ہے مگر افسوس یہہ ہے کہ بعض افراد مذہبی ناواقفیت
کی وجہ سے مغربی سوسائٹی کے رسم و رواج اور تمدن کے اصولوں کو زیادہ پسند کرتے
ہیں۔ میرے مدنظر اسوقت صرف مسلمان ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ بہتوں میں
اسوجہ سے کہ انہیں اپنے مذہب کی کافی واقفیت نہیں یہہ رحجان پیدا ہو جاتا ہی
کہ مغربی تمدن اور اخلاق کے اصول اسلام سے بہتر ہیں۔ بہت سے مسایل اسلام
میں ایسے ہیں۔ کہ وہ موجودہ تہذیب کے خلاف ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں کہ حقیقی طور پر
اسمیں اختلاف نہیں بلکہ وہ ایک محض لاعلمی ہی جسکی وجہ سے یہہ سمجھہ لیا جاتا ہی
کہ انمیں اختلاف ہے۔ اور پھر مغربی تہذیب کے اصول کو ترجیح دیجاتی ہے۔ یہہ کبھی
غور نہیں کیا جاتا۔ کہ پیشتر اس کے کہ ہم فیصلہ دیں۔ کہ مغربی تعلیم بہتر ہی یہ معلوم کریں کہ

اسلام کی کیا تعلیم ہے۔ اور اس کے بعد دونو کا موازنہ کریں۔ یہہ طریق غلط ہے۔ اور اس سے فائدہ کی امید نہیں ہو سکتی۔

مضمون زیر بحث بھی اسی قسم کا ایک مسئلہ ہی۔ یہہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایشیاء میں عام طور پر ایک کنبہ کا ملکر رہنا پسند کیا جاتا ہے۔ اور یہہ انکا ایک مذہبی مسئلہ ہے۔ اور اس میں اسلام بھی شامل ہی۔ مگر میں نے جہانتک غور کیا ہے مجھے یہہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں کوئی چیز کوئی مسئلہ ایسا نہیں جسکے دونو پہلو نہ ہوں۔ یعنے اگر اسمیں فوائد ہوں تو نقائص بھی ضرور ہوتے ہیں۔ اور نقاص ہوں تو فوائد بھی ضرور ہوتے ہیں۔ پس شرط عقل یہہ ہے کہ اس پہلو کو اختیار کیا جائے جسمیں فواید زیادہ ہوں۔ علاوہ اس کے ہر مسئلہ کی صحت کیلئے یہ ضروری ہوتا ہی کہ موجودہ حالات سوسائٹی اور تمدن کو مدنظر رکھا جائے۔ کیونکہ یہہ ہو سکتا ہے۔ کہ اگر ایک وقت اور ایک حالت میں ایک مسئلہ صحیح ہے۔ اور اسکی اتباع ضروری ہی۔ تو دوسرے وقت اور دوسرے حال میں وہ نقصان دہ ہو جاتا ہے۔ اور اسکو ترک کرنا پڑتا ہے۔ میں نے جہانتک غور کیا ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ گو بعض حالات میں کنبہ کا ملکر رہنا ضروری اور اشد ضروری ہی۔ مگر موجودہ تہذیب کے زمانہ میں بہتر یہہ ہے کہ الگ الگ بود و باش رکھی جائے۔

ایسی سوسائٹی میں کہ خاندانوں میں کشمکش رہتی ہی۔ اور ایک دوسری کی ایذا دہی کے درپے رہتے ہیں۔ کنبہ کا ملکر رہنا ضروری ہے۔ اس کا نظارہ ہمیں افریقہ کی وحشی اقوام میں اور بعض مقامات پر ہندوستان کی لیٹری اور ڈاکہ زن قوموں میں ملتا ہے۔ انمیں ایک دوسرے سے عناد اور دشمنی ہوتی ہے۔ اور وہ شب و روز اسی تاک میں رہتے ہیں کہ موقعہ ملے تو انکا مال و اسباب لوٹا جائے اور انکو مارا اور قتل کیا جائے جہاں وہ دونکو کوئی موقعہ تکلیف دینے کا ہاتھہ سے جانے نہیں دیتے۔ وہاں وہ رات کو بھی شب خون مارتے ہیں۔ اگر وہ الگ الگ رہیں تو انکو دشمن کی زد کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔ پس وہ اسی فکر

میں رہتے ہیں۔ کہ انکی مجموعی جمعیت اور ایسی جمعیت کہ آپسمیں تعلق شدید ہو۔ طاقتور ہو اس لیئے انکو ملکر رہنا پڑتا ہے یہی حالت یہاں بعض سرحدی مسلمانوں کی ہے صرف یہی نہیں کہ وہ انگریزی علاقہ میں لوٹ مار کرتے ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات انمیں آپس میں خانہ جنگی رہتی ہے۔ اور میرے خیال میں اسی وجہ سے انمیں بھی کنبوں کے ملکر رہنے کا رواج ہے۔ افریقہ کے بعض وحشی لوگ درختوں پر رہتے ہیں۔ اونچے اونچے درختوں کی شاخوں میں ایک جھونپڑی سی بنائی ہوئی ہوتی ہے۔ دن کے وقت وہ ایک سیڑھی لٹکائے رکھتے ہیں۔ اور کام کاج کرتے ہیں۔ مگر رات کو اوپر رہتے ہیں۔ اور سیڑھی کو اٹھا لیتے ہیں یہاں سرحدی مقامات میں رواج ہے۔ کہ وہ رات کو کپڑے پہنکر سوتے ہیں۔ اس خیال سے کہ مبادا کوئی چور دھاڑوی یا دشمن حملہ کرے تو جلد ہی مقابلہ کیلیئے طیار ہو سکیں۔ بہر حال سوسائٹی کی یہہ وہ حالت ہی کہ خاندانوں کو باہم ملکر بود و باش رکھنے میں مجبور کرتی ہے۔

اس سے قدرے ترقی یافتہ حالت سوسائٹی کی وہ ہی۔ کہ خاندانوں میں باہم خانہ جنگی تو نہیں ہوتی بلکہ امن کی صورت ہوتی ہے۔ مگر لوگوں کے ساز و سامان خورد و نوش۔ پوشش و لباس سادہ ہوتے ہیں۔ ضروریات زندگی وسیع نہیں ہوتے اور ذرائع معاش بھی تھوڑے اور سادہ ہوتے ہیں۔ اسی حالت میں امیری اور غریبی میں چنداں فرق نمایاں نہیں ہوتا۔ اور لوگ عموماً مساوی حالت رکھتے ہیں۔ انمیں حسد بغض اور رشک نہیں ہوتا۔ لوگوں کی طبعیتیں عیش پسند نہیں ہوتیں اور نہ انمیں شہوانی جذبات کا جوش ہوتا ہے۔ یہہ سوسائٹی ایک سادہ سوسائٹی ہوتی ہے۔ اور انہیں کچھ ایسے سامان کم ہوتے ہیں۔ کہ وہ الگ الگ رہ سکیں مگر علاوہ ازیں انکو باہم رہنی میں تکلیف محسوس نہیں ہوتی بلکہ وہ ملکر رہنے کو محبت اور اتفاق کے قایم رہنے کا ذریعہ سمجھتی ہیں۔ یہہ سوسائٹی وہ ہے۔ کہ انمیں اپنے خاندان اور برادری سے باہر ملاقات کم ہوتی ہی

اور شہر یا گاؤں سے باہر تو شاذ و نادر ہی اُنکے تعلقات گہرے ہوتے ہیں۔ بیرونی تجارت برائے نام ہوتی ہے۔ اور وہ بھی محض چند ضروریات زندگی کے متعلق۔ غرض یہہ ایک سادہ حالت ہوتی ہے۔ جسمیں حرص کم ہوتی ہے۔ لوگ معمولی ضروریات سے زیادہ طمع نہیں رکھتے۔ ان کے ہر قول و فعل میں اخلاص ہوتا ہے۔ اور قدرتی طور پر لوگ اکٹھا رہنا پسند کرتے ہیں۔ اس سوسائٹی کا نقشہ آج سے بیس پچیس سال پہلے پنجاب کے بعض گاؤں میں دیکھنے میں آتا تھا۔ مگر یہہ حالت اب بدلتی جاتی ہے۔ اور لوگ موجودہ تہذیب کے رنگ میں آتے جاتے ہیں۔ اس سوسائٹی کی حالت کچھ عرصہ پہلے ایشیا میں عموماً کل ملکوں میں پائی جاتی تھی۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ یہاں خاندانوں میں ملکر رہنے کا رواج زیادہ تھا۔ اور اسی وجہ سے یہہ خیال کیا گیا ہے۔ کہ کنبوں میں ملکر رہنے کا مسئلہ ایشیا ہی سے خاص تعلق رکھتا ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ سادگی کی حالت میں ہر سوسائٹی کا یہی حال ہوتا ہے۔ فرنگیوں کے جاننے سے پہلے غالباً امریکہ میں بھی یہی رواج ہوگا۔ اور خود یورپ میں بھی موجودہ تہذیب کے نشو و نما سے پہلے ایک کنبے کے لوگ ملکر ایک ہی جگہ رہتے ہونگے۔ افسوس ہے۔ کہ میں کسی کتاب کے ذریعہ تحقیقات نہیں کر سکا۔ مگر قیاس یہی چاہتا ہو کہ غالباً ایسی حالت ہوگی غرض یہہ سوسائٹی کی دوسری حالت اور قدرے ترقی یافتہ حالت ہے۔ اور ایسی حالت میں یہہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کہ ملکر رہنا بہتر ہے۔ یا الگ الگ۔ کیونکہ لوگ عموماً ملکر رہنا پسند کرتے ہیں۔ اسکو ایک محبت اور اتفاق قایم رکھنے کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ اور اس میں خوش ہوتے ہیں۔

ترقی کرتے کرتے سوسائٹی میں وہ طاقت پیدا ہو جاتی ہے جسکو تہذیب اور شائستگی سے موسوم کرتے ہیں۔ اور یہہ حالت کم و بیش فرق کیساتھ اب دنیا کے کل ممالک میں پیدا ہو جاتی ہے اور ہندوستان میں بھی اس کا بہت سا اثر ہوا

ہے۔ اس سوسائٹی کے معاملات سادگی سے گزر کر پیچیدہ اور وسیع ہوتے جاتے ہیں۔ تجارت پھیلتی ہے۔ یہاں تک کہ دیگر ممالک سے بھی بیع وشرا ہونے لگی ہے۔ لوگوں میں آپس کے تعلقات وسیع ہوتے جاتے ہیں۔ معاش کے ذرائع بڑھ جاتے ہیں۔ ان کے خورد ونوش لباس میں رہنے کے مکانوں میں۔ دنیا کی رسم ورواج کی ادائیگی میں تکلف آجاتا ہے۔ اور ایک قسم کی نمود پیدا ہو جاتی ہے۔ امارت وغربت میں فرق زیادہ ہو جاتا ہے۔ نفسانیت۔ طمع اور حرص بڑھ جاتی ہے۔ حسد ورشک داخل ہو جاتا ہے۔ اور باہم افراد اور خاندانوں میں ایک مقابلہ آپڑتا ہے۔ ایسی حالت میں خاندانوں اور کنبوں کا ملکر رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ و اگر کوشش کیجائے تو اسمیں فساد نکلتا ہے یہی حالت آج کل دنیا کی ہو رہی ہے۔ اور یہی حالت ہمارے یہاں ہندوستان اور پنجاب کے شہروں میں نظر آتی ہے۔ پھر میری رائے میں اب باہمی رہائیش مفید نہیں ہو سکتی اور الگ الگ رہنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔

ایک یہہ امر بھی غور طلب ہے۔ کہ کسی چیز کی ادنے حالت اسکی اعلےٰ حالت میں شامل نہیں ہوتی۔ مگر اعلےٰ حالت میں ادنےٰ حالت ضرور شامل ہوتی ہے۔ مثلاً ابتداء تعلیم میں الف بے سیکھنی پڑتی ہے۔ اور ترقی کر کے انسان دوسری تیسری جماعت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اب الف بے کی حالت میں دوسری تیسری جماعت کی حالت تو شامل نہیں ہوتی مگر دوسری تیسری جماعت میں الف بے کی حالت ضرور شامل ہوتی ہے۔ اس اصول کی رو سے ضروری ہے۔ کہ مہذب سوسائٹی کی حالت میں بعض خاندانوں کی یہہ صورت ہو کہ انکو مجبوراً باہم ملکر رہنا پڑے ہے۔ مثلاً سب افراد کی آمد قلیل سی ہو۔ انکو علیحدہ مکانات میسر نہ ہوں۔ یا اُن کو آپس میں محبت اور اخلاص ہو اور وہ ملکر رہنا پسند کریں۔ یہہ ان کا اختیاری معاملہ ہے۔ اور یہہ ہرگز قطعی طور پر ضروری نہیں کہ وہ الگ الگ رہیں۔ مگر یہہ حالتیں قاعدہ کلیہ میں بطور مستثنائے کے ہیں اور انکو

عام حکم میں نہیں لے سکتے۔

غرض ان استثنائی حالتوں کو چھوڑ کر اگر مجموعی طور پر مہذب سوسائٹی پر غور کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے۔ کہ ایسی حالتوں میں کنبوں کا باہم ملکر رہنا اچھا نہیں۔ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ باہم ملکر رہنے سے اتحاد قایم رہتا ہے۔ اتفاق اور محبت کی صورت بنی رہتی ہے۔ اور ایک نوع کی تقویت ہوتی ہے۔ مگر جیسا میں پیشتر عرض کر چکا ہوں۔ ایسی سوسائٹی کا لازمی نتیجہ یہہ ہوتا ہے۔ کہ انسان کے تعلقات فرداً فرداً وسیع ہو جاتے ہیں۔ معاش کے ذریعہ بڑھ جاتے ہیں۔ مختلف قسم کے پیشے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کے کھانے پینے میں رہائیش کے مکانوں میں اور دنیاوی رسم و رواج۔ کی ادائیگی میں تکلف پیدا ہو جاتا ہے۔ انہیں ایک طرح کی نمائیش آ جاتی ہے۔ اور ہر شخص فرداً فرداً ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتے ہیں۔ اور ایک مقابلہ آپڑتا ہے۔ وہ باہمی رہائیش کی بندشوں سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ پس اگر وہ الگ الگ نہ رہیں۔ اور اپنی آمدنی اور خرچ کے خود ذمہ وار نہ ہوں تو انہیں نفاق پڑ جاتا ہے۔ اور پھر باہمی جھگڑے اور فساد کی نوبت پہنچتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ نے عام طور پر دیکھا ہوگا۔ کہ آجکل آپس میں بھائیوں میں اور اولاد والدین میں نااتفاقی ہو جاتی ہے۔ اور بسا اوقات اسکا نتیجہ باہمی دشمنی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں بہو اور ساس کا کچھ ایسا رشتہ ہے کہ شاذ و نادر ہی ان میں اکٹھے رہنے سے اتفاق قایم رہ سکتا ہے۔ لڑکے کو ایک طرف والدین کا ادب اور لحاظ اور عظمت ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف بیوی سے محبت اور ہمدردی ہوتی ہے۔ پس جب انمیں نفاق کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ تو اسکو رنج ہوتا ہے۔ اور سخت تشویش ہوتی ہے کہ کیا کرے۔ بہرحالت ایک پہلو کو رکھنا پڑتا ہے۔ اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ بیوی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ سسرال خواہ لڑکی سے کیا ہی سلوک کریں۔ اسمیں والدین کی محبت کا رنگ ہرگز

نہیں آسکتا اور ایسا ہی لڑکی خواہ کتنی ہی خدمت کرے اور اہل کنبہ کو خوش رکھنا چاہیے مگر اسکو وہ قبولیت نہیں مل سکتی۔ جو حقیقی اولاد کو ہوتی ہے پس نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ آپس میں ناچاقی ہو جاتی ہے۔

علاوہ اس کے میاں بیوی کے تعلقات اس قسم کے ہیں۔ کہ بہت سی باتوں میں انہیں والدین اور بہن بھائیوں کے سامنے رکاوٹ رہتی ہے۔ ماں باپ کی عظمت کو قائم رکھنا اور بھائی بہنوں کا لحاظ رکھنا۔ اگر وہ اکٹھا رہیں۔ تو انہیں جذبات کو روکنا پڑتا ہے۔ اور تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ معمولی بات چیت بھی بعض اوقات وہ کھلکر نہیں کر سکتے۔

غرض انسان ایک سوشیل ہستی ہے۔ اسکے کام دینی اور دنیوی ایک دوسرے پر انحصار کے بغیر نہیں چل سکتے۔ اس لئے انکو مجبوراً میل ملاپ کے تعلقات رکھنے پڑتے ہیں مگر یہہ بدیہی بات ہے۔ کہ جس قدر اسکے نزدیکی تعلقات مضبوط اور صحیح ہوتے ہیں۔ اسی قدر اسکو راحت و خوشی زیادہ ہوتی ہے۔ پس جبتک یہ مسلم ہے۔ کہ اسکو اول ماں باپ سے پھر بھائی بہنوں سے اور اس کے بعد دیگر اقارب سے سلوک رکھنا اور رشتہ محبت اتحاد اور ہمدردی قایم رکھنا زیادہ ضروری ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ انکو چھوڑ کر اغیار سے وہی طریقہ اختیار کرے۔ اور یہہ بات مہذب سوسائٹی میں باہم ملکر ایک جگہ رہنے اور باہمی آمد و خرچ کو مشترک رکھنے سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ تو مناسب یہی ہے کہ وہ راستہ اختیار کیا جائے جس سے ان تعلقات میں رنجش پیدا نہ ہو کہ انسان کو کوشش کرنی چاہئیے۔ کہ باہم خاندان ملکر گذارہ کریں اور ایسی باتوں سے رکیں جن سے نفاق کی بنیاد پڑے۔ مگر طبائع مختلف پیدا ہوئی ہیں۔ اور انسانی استعدادوں میں بھی فرق ہے۔ اس لئے یہہ مشکل ہے۔ کہ کل افراد کو کوشش کر کے مساوات پر قائم کیا جائے اتفاق اور مساوات کا ایسی سوسائٹی میں رہنا قدرتاً محال ہے۔ اور کوئی سعی سودمند

۹ اور وہ اسیطرح ہو سکتا ہے۔ کہ الگ الگ بود و باش اختیار رکھی جائے شاید اسکو پھر خیال ہو۔

نہیں ہو سکتی۔ پس اگر ہم خیالی طور پر متفق نہ بھی ہوں تو بھی عملاً ہمیں مجبوراً اسی اصول کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ کہ جداگانہ رہائش اختیار کریں۔ یہہ ایک قدرتی نتیجہ مہذب سوسائٹی کا ہے۔ اگر ہم اسکی خلاف ورزی کریں گے۔ تو ضرور نقصان اٹھائیں گئے۔

اس کے بعد میں دکھانا چاہتا ہوں کہ اسلامی تعلیم مسئلہ زیر بحث کے متعلق کیا ہے اولاً یہہ سمجھ لینا چاہیئے کہ قوانین وقت اور قوم کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ اور یہہ اللہ تعالٰے کا فضل ہے۔ کہ جب سے اس نے سلسلہ انسانی شروع کیا ہے اسکے ساتھ ہی قوانین یعنے شریعت نازل فرمائی ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں انسانکی پیدائیش کب سے ہوئی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کرنے پر فرمایا کہ آدم سے پہلے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ بیشمار آدم گذر چکے ہیں۔ اور قرآن شریف سے بھی اس کی تردید ثابت نہیں کہ اس سے پہلی نوع انسان نہیں تھی مگر قرآن شریف نے موجودہ سلسلہ انسانی کا ذکر ایک آدم سے کیا ہے۔ اور یہہ عجیب ہے کہ تاریخی طور پر اس سے پہلے انسانی حالت کی کافی اور تشفی کرنیوالی شہادت نہیں ملتی بلکہ سچ تو یہہ ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے بھی جنکو آدم ثانی کہا جاتا ہے۔ معتبر تاریخ نہیں ملتی۔ حضرت نوح علیہ السلام کو قریباً پانچ ہزار سال کا عرصہ ہوا ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو چھ ہزار سال گذر چکے ہیں۔ گویا واقعی طور پر اسلام کے پاس سب سے پرانی تاریخ ہے۔ کہنے کو کوئی لاکھوں اور کروڑوں سال کا دعوٰی کر سکتا ہو مگر تاریخی شہادت چھ ہزار سال سے پرے نہیں جاتی۔

ابتدائی حالت قدرتی تقاضا کے بموجب سادی تھی اور انسان کو چند اور سادہ قوانین کی ضرورت تھی۔ جوان کو دے گئے مگر مرور زمانہ سے لوگ دنیا میں پھیلے اور چونکہ آمد و رفت کے سامان کافی نہیں تھے۔ اس لئے وہ قدرتی طور پر علیحدہ علیحدہ ہو گئے مگر اللہ تعالٰے رب العالمین ہے۔ جیسے وہ ہر حالت میں جسم کی ربوبیت کرتا ہی اسی طرح انسانی روح کی

پرورش کے سامان بھی مہیا کئے اور اسی طرف قرآن شریف میں اشارہ ہی۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ یعنے دنیا میں کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جسمین ایک نذیر نہ گذار ہو۔ چنانچہ اسمین اکثر انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہی۔ جو اپنی اپنی قوم کی طرف رسول کر کے بھیجے گئے۔ بلکہ اگر آپ توریت اور انجیل کو دیکھیں۔ جو قدرے مستند کتابیں ہیں اور اسی لئے قرآن شریف نے خصوصیت سے انکا ذکر کیا ہی ورنہ مذکورہ اصول کے بموجب ضروری ہے۔ کہ دنیا میں اور بھی کتابیں ہوں جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوں۔ غرض اگر آپ توراۃ اور انجیل کو دیکھیں تو انمیں جسقدر انبیاء کا ذکر ہے۔ وہ ایک خاص قوم کیطرف بھیجے گئے۔ مثلاً حضرت نوحؑ۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسےٰ علیہم السّلام (قرآن شریف میں لکھا ہی۔ کہ) اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے واضح طور پر بیان کیا۔ اور یہہ موجودہ انجیل میں لکھا ہوا ہے۔ کہ وہ صرف بنی اسرائیل کیطرف بھیجے گئے تھے۔ غرض ایک عرصہ گزر گیا۔ کہ قومیں الگ الگ پڑی رہیں۔ اور انمیں اللہ تعالےٰ کے ہادی اصلاح کیلئے مبعوث ہوتے رہے۔ مگر آخر منشاء الٰہی کے مطابق ایک زمانہ کی بنیاد پڑ گئی کہ مختلف قومیں ملنے لگیں ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات ہونے لگا۔ تعلقات بڑھ گئے اور پیچیدہ ہو گئے پس اس وقت جناب حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اللہ تعالےٰ نے ہدائیت خلق کیلئے مبعوث فرمایا۔ اس پر جملہ نبوتوں کا خاتمہ کر دیا اور کل شریعتوں کی ایک جامع شریعت عطا کی۔ اور قیامت تک اسکی حفاظت کا ذمہ لے لیا۔

قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا اور وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا (۲) مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ الخ (۳) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

غرض اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ اللہ

تعالٰے نے دین کی تکمیل کر دی اور نعمت کا اتمام کر دیا۔ اور لوگوں کیلئے دین اسلام پسند کیا پس اس کتاب پاک میں دین و دنیا کی اخلاقی تمدنی اور روحانی تعلیم جمع کر دی۔ چنانچہ اگر آپ دنیا کی مختلف کتابوں کا جو آسمان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں مقابلہ کر کے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ قرآن شریف نے جملہ ضروری امور کا بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ جنکا دوسری کتابوں میں پتہ نہیں ملتا۔ مگر گو نزول قرآن کے وقت ایک مذہب قوم کی بنیاد تو پڑ گئی تھی۔ اور ضرورت آگئی تھی۔ کہ جملہ مذاہب کو اکٹھا کر دیا جائے اور سب کے لیئے ایک مشترکہ کتاب ہو چنانچہ عرب میں کل موجودہ مذاہب ہو گئے تھے۔ مشرک بت پرست یہودی۔ عیسائی۔ مجوسی۔ صابی۔ وغیرہ وغیرہ اور شامت اعمال سے ہر قسم کی بدی بھی ظاہر ہو گئی تھی۔ شراب۔ زنا۔ جوا جنگ و جدل اور مختلف قسم کے عیوب سے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ کا نقشہ ہو گیا تھا خشکی و تری میں فساد برپا ہو گیا تھا یعنے علماً اہل کتاب اور دوسرے دونوں بگڑ گئے تھے۔ مگر یہہ زمانہ ابھی ایسا نہیں تھا۔ کہ دین کی اشاعت کل دنیا میں ہو سکے۔ ڈاک تار اور کتابوں رسالوں اور اخباروں کا سلسلہ نہیں تھا اور نہ سفر کے سامان آسان تھے۔ کہ لوگ دور دراز ملکوں میں تبلیغ کر سکیں۔ اس کیلئے کوئی اور وقت مقرر تھا۔ چنانچہ معتبرین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ تکمیل اشاعت دین کی جسکا ذکر اس آیت میں ہے۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ۔ مسیح و مہدی یعنے خلیفہ آخر الزمان کے ذریعہ ہو گی چنانچہ جو نقشہ اسوقت دنیا کا ہو رہا ہے کہ وہ بمنزلہ ایک شہر کے ہو رہی ہے۔ ڈاک تار ریل اور جہازوں کے ہونے سے اور کثرت کتب اخبارات اور رسالجات سے سفر آسان ہو رہا ہے۔ ادہر دور دراز قطعات زمین میں آسانی اور بڑی جلدی سے اپنے خیالات کو پہنچا سکتے ہیں۔ یہہ حالت اس سے پیشتر کبھی واقع نہیں ہوئی۔

بہر حال قرآن شریف ایک مکمل کتاب ہے۔ اور جملہ مفید اور ضروری باتوں کا اسمین

ذکر ہے۔ مضمون زیر بحث کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جسکا مفہوم یہ ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ جب لڑکا بالغ ہو جائے اور اسکی شادی ہو جائے اور اپنا بوجھ آپ اٹھانے کے قابل ہو جائے۔ تو اسکو الگ کرنا چاہیئے قرآن شریف میں اسکے متعلق صریح حکم نہیں اور غالباً اسی وجہ سے حدیث کی ضرورت ہوئی مگر بعض دیگر احکامات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسکا بھی یہی منشاء ہے۔ جو حضرت نبی کریم نے فرمایا۔ احادیث نبوی کلام اللہ کی شارح ہیں۔ اور اس کے مخالف نہیں ہو سکتیں اور یہہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ کہ اگر کوئی حدیث بدیہی طور پر تعلیم القرآن کے مخالف ہو تو اسکی صحت میں شک کرنا چاہیئے اور جب تک کوئی ایسی تاویل ہاتھ نہ آجائے جس سے ہر دو میں مطابقت ہو جائے۔ اسپر عمل نہیں کرنا چاہیئے غرض قرآن شریف سے مضمون زیر بحث کے متعلق مفصلہ ذیل آیات سے استنباط ہوتا ہے۔ اول قرآن شریف میں حکم ہے۔ و بالوالدین احسانا۔ یعنے والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اس تعلیم سے منشا یہہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ علیحدہ علیحدہ رہائیش رکھی جائے کیونکہ اگر اکٹھے رہیں۔ تو آمد و خرچ یکجا ہوگا اور وہ بزرگوں کے ہاتھ میں ہوگا پس اس حالت میں اولاد احسان کے حکم کو ادا نہیں کر سکتی ...... وراثت کے احکام میں ہے۔ کہ والدین کے ترکہ میں لڑکی لڑکو نکا حصہ ہے اور اسی طرح اولاد کے ترکہ میں والدین کا حصہ بھی ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے۔ کہ منشاء الٰہی الگ بود و باش رکھنے کا ہے۔ اگر یہہ غرض ہوتی کہ اکٹھے رہیں تو پھر تقسیم وراثت کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ جس حالت میں وہ اکٹھے رہیں اور انکی آمدنی اور خرچ یکجائی ہے۔ تو پھر والدین یا اولاد کا ترکہ کیونکر متصور ہو سکتا ہے علیحدہ ترکہ اسی حالت میں متصور ہو سکتا ہے۔ کہ ہر فرد اپنی خرچ و آمد کا ذمہ وار ہو اور جملہ کاروبار اسکا الگ طور پر ہو سوئم۔ قرآنی تعلیم ہے۔ کہ تم ماں باپ کے گھر سے۔ بھائی بہن کے گھر سے اور چچا۔ پھوپھی۔ ماموں۔ خالہ دوست کے گھر سے کھانا کھا سکتے ہو۔ اس سے ثبوت ملتا ہے۔

کہ علیحدہ رہائیش کا منشاء ہے۔ اگر غرض یہہ ہو کہ باہم ملاپ سے رہا جائے۔ تو ماں باپ بھائی بہن چچا دوست کے گھر کا کھانا الگ تصور کرنا باطل ہے۔ اور حکم سے ظاہر ہے۔ کہ ان تعلقات کے گھروں کو الگ کیا جاتا ہے۔ تبھی تو ان کے ہاں سے کھانا جائز قرار دیا گیا ہے۔ ورنہ بصورت دیگر تو جب رہائیش اکٹھی ہے۔ اور کھانا مشترکہ ہے۔ تو پھر اس حکم کی ضرورت نہیں رہتی۔

سورۃ النور میں عورتوں کو پردہ کیلئے حکم ہے۔ کہ وہ اپنی زینتوں کو جو چھپانے کے لایق ہیں۔ چھپائیں اور چادر ونکو بخوبی اوڑھکر رکھیں۔ البتہ خاوند سے۔ اپنے اور خاوند کے باپ سے۔ اپنے اور خاوند کے بیٹی بیٹوں سے۔ اپنے بھائی۔ بھتیجے۔ بھانجے۔ لونڈیان خواجہ سرائے یا ایسے لڑکوں سے جو عورتوں کے پردہ سے واقف ہین۔ پردہ کی ضرورت نہیں۔ اس فہرست میں خاوند کی بھائیوں کا ذکر نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان سے پردہ کرنا چاہئے۔ اس سے بھی استنباط ہو سکتا ہے۔ کہ منشاء یہہ ہے کہ وہ الگ رہیں۔ اگر یکجا رہیں گے۔ تو گھر کے کاروبار میں عورتوں کو تکلیف ہو گی اور انکا بخوبی سرانجام دینا مشکل ہو گا۔ کیونکہ گھر کے بہت سے کام ایسے ہیں۔ کہ وہ پردہ کی حالت میں اچھی طرح نہیں کر سکتین۔ پس مناسب یہی ہے۔ کہ وہ علیحدہ رہیں علاوہ ازین یہہ بھی حکم ہے۔ کہ گھروں میں لونڈیاں اور نابالغ بچوں سے بھی عورتون کیلئے خصوصیت سے تین وقت پردے کے ہیں اور اسوقت انہیں انکے گھروں میں داخل نہیں ہونا چاہئے اول نماز فجر سے پہلے۔ دوئم دوپہر کو جب دوپہر کی نیند کیلئے کپڑے اوتارتی ہین۔ سوئم عشا کے بعد۔ اور جب لڑکے بھی جوان ہو جائیں تو نہیں کسی وقت بھی بغیر اجازت اندر نہیں آنا چاہئے۔ اب یہہ احکام دیئے ہیں کہ اکٹھا رہنے میں انکی پابندی مشکل ہو جاتی ہے۔ یہہ احکام اخلاق فاضلہ قایم رکھنے کیلئے ضروری ہیں جبکہ انسان ایمانی حالت کو بجا سکے پھر ان احکام سے بھی ہم اسی طرف اشارہ پاتے ہین۔ کہ منشاء الہی الگ رہائیش کا ہے۔

غرض قرآنی تعلیم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہی۔ کہ الگ الگ رہنا افضل ہی۔ یہہ خیال غلط خیال ہے کہ مغربی تہذیب نے اس مسئلہ کو رواج دیا ہے بلکہ آپ تاریخ پڑہیں۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اہل یورپ نے بہت سی نیک اخلاق کی باتیں اسلام سی سیکھی ہین۔ بلکہ اکثر عیسائی علما اور مورخین نے اقرار کیا ہے۔ کہ انہیں اسلام سے بہت فائیدہ پہنچا ہے۔ اور ابتک بھی ایسے معاملات پیش آتے رہتے ہیں کہ خود عیسائی اسلامی تعلیم کی طرف جھک گئے ہیں۔ طلاق اور بیوی کے مرنے کے بعد اسکی بہن سے شادی کرنا۔ اس کی مثالیں ہیں۔ البتہ بات یہہ ہے کہ اہل اسلام نے اپنی تعلیم کی پابندی چھوڑدی ہی۔ اور وہ جہالت کے گڑھے میں پھنس گئے ہیں۔ انہوں نے قرآن شریف کو مہجور چھوڑ دیا ہے۔ اللہ اور اسکے رسول کی عظمت دل میں نہیں رہی۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا۔ کے اصول کو بھول گئے ہیں قال اللہ اور قال الرسول سے غنا ہے۔ غرض انہوں نے اللہ کو چھوڑا اور اللہ تعالے نے انہیں چھوڑ دیا۔ تبھی وہ دین و دنیا ہر دو پہلوؤن سے ذلیل ہو رہے ہین کہا جاتا ہے۔ کہ مسلمانون مین اتفاق نہیں رہا۔ ہمدردی نہیں رہی نفسانیت اور خودغرضی آگئی ہے۔ اور ان نقائص کے دور کرنے کیلئے کوششیں ہو رہی ہیں۔ انجمنیں اور کمیٹیاں بنائی جاتی ہین مگر خاطرخواہ نتیجہ مترتب نہیں ہوتا۔ بہ نظر غور دیکھا جائے۔ تو حق یہہ ہی۔ کہ سب ذلت و مسکنت محض اس وجہ سے ہی۔ کہ قرآن شریف سے تدبر جاتا رہا حالانکہ اسکی اتباع سی مسلمان ترقی کے معراج پر پہنچ سکتے ہین پس اب بھی وہ اس نسخہ کے استعمال سے جو مجرب نسخہ ہے۔ اس گم گشتہ متاع کو حاصل کر سکتے ہین۔ لیکی کوششیں بارور نہیں ہوسکتیں جب تک اللہ تعالے کا فضل دستگیری نہ کرے اور اسکی بتائی ہوئی تعلیم پر قدم نہ مارا جائے وہ ہمارا پیدا کنندہ رب ہے۔ ہماری فطرتون کا بخوبی واقف ہی۔ جو اس نے قوانین ہماری رہبری کیلئے بتلائے ہین۔ اور جو طریقہ اس نے ان کے حصول کا بتایا ہے۔ وہی صحیح ہے۔ اور اس کی پیروی سے حقیقی فائدہ مل سکتا ہے۔ وہ ہمیشہ اور ہر زمانہ مین کارگر

جسمانی ربوبیت کرتا ہے۔ اور اسی طرح اس نے روحانی پرورش کا انتظام کیا ہوا ہے
اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ اور لَا یُغَیِّرُ بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ کو یاد
رکھکر اس کے حضور دعائے اصلاح کرنی چاہئے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ
ہم اسکی رضا پر چلنے والے ہوں۔ وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم؀

برکت علی از شملہ

بعض ضروری باتیں

مضمون نجات میرے بعض دوستوں کی طرف سے مجھے ایسے خط موصول ہوئے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ ہذا کا وہ لیکچر بہت جلد شائع کیا جاوے جو کہ آپ نے لاہور میں اسلامی لیکچروں کے سلسلہ میں دیا تھا۔ اور بعض نے یہہ بھی لکھا ہے کہ ایڈیٹر صاحب بدر نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ اسکا کچھ حصہ شائع ہو چکا ہے۔ جس حصہ کیطرف میرے مخدوم ایڈیٹر صاحب بدر نے اشارہ فرمایا ہے۔ وہ تو ناظرین رسالہ تشحیذ الاذہان گذشتہ پرچہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں مگر میں اس سے بڑھکر ایسے دوستوں کو یہ فرحت افزا خبر دیتا ہوں کہ صاحبزادہ صاحب نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ یہہ مضمون انشاء اللہ تعالےٰ رسالہ تشحیذ الاذہان میں مسلسل شائع ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالےٰ آیندہ پرچہ سے اس مضمون کا سلسلہ شروع کر دیا جاویگا۔

نیا سال اور رسالہ تشحیذ الاذہان انجمن تشحیذ الاذہان نے بہت سی مشکلات برداشت کر کے اپنے حساب کو قمری تاریخوں کے مطابق کیا تھا۔ اور اسی لئے رسالہ تشحیذ الاذہان ہر قمری مہینے کی چودہ تاریخ کو شائع ہوا کرتا تھا۔ اور یہہ حساب دو سال تک رہا۔ مگر اس وقت میں بہت سی دقتیں پیش آئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ خریداروں کو معلوم ہی نہیں ہوتا۔ کہ کس تاریخ کو رسالہ شائع ہوتا ہے۔ اور اسطرح جب رسالہ شائع ہوتا تھا۔ وہ بے وقت سمجھا جاتا تھا۔ دوسری مشکل یہ پیش آئی کہ خریداران انگریزی تاریخوں کے مطابق حساب رکھنا چاہتے تھے۔ مگر دفتر میں قمری تاریخیں استعمال ہوتی تھیں۔ اسطرح پر حساب میں بھی مشکلات پڑتی تھیں ان تمام مشکلات کو

رفع کرنے کے لئے یہ تجویز کی گئی ہے۔ کہ پھر انگریزی تاریخوں پر رسالہ شائع ہوا کرے لہذا رسالہ تشحیذ الاذہان آئیندہ کے لئے انشاء اللہ تعالےٰ ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو شائع ہوا کریگا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

شکریہ گذشتہ پرچہ بہت سے دوستوں کی طرف ایک سخت ضرورت کیوقت بذریعہ وی پی بھیجا گیا تھا جسکی اطلاع ایک کارڈ کے ذریعہ دیگئی تھی۔ میرے بہت سے دوستوں نے میری درخواست پر توجہ کر کے رسالہ تشحیذ الاذہان کا وی پی وصول کیا۔ جسکے لئے میں ان تمام احباب کا ممنون ہوں اس کے مقابل پر بعض دوستوں نے رسالہ کو واپس کر دیا۔ اور پھر انہیں سے بعض نے تو مجھے یہ لکھدیا۔ کہ اسوقت فلان ضرورت کیوجہ سے وی پی نہیں لیا گیا۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ جن اصحاب نے وی پی واپس کر کے وجہ تحریر نہیں فرمائی وہ بہت جلد مجھکو اطلاع دیکر ممنون فرمائینگے (۲) مولوی حکیم فضلدین صاحب نے انجمن تشحیذ الاذہان کی لائبریری کیلئے بہت سی کتابیں عنایت فرمائی ہیں جنمیں سے اکثر کتابیں بڑی قیمتی ہین۔ انجمن تشحیذ الاذہان حکیم صاحب کا خاص شکریہ ادا کرتی ہے۔ کہ انہوں نے بہت سی کتابیں وقف کر کے انجمن کے کتب خانہ میں بہت سا علمی ذخیرہ میں اضافہ فرمایا ہے۔ انجمن اللہ تعالےٰ سے دعا کرتی ہے۔ کہ رب رحیم حکیم صاحب کو کامل شفاء عطا فرما اور انکی عمر دراز فرما (۳) چوہدری رستم علی صاحب مرحوم و مغفور نے لاہور سے بہت سی کتابیں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے نام بھیجی تھیں اور جب وہ قادیان دارالامان میں تشریف لائے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ بعض کتابیں واپس لینی ہیں مگر پیشتر اسکے کہ کوئی فیصلہ ہو چوہدری صاحب مرحوم فوت ہو گئے۔ اب میں نے انکے بھائی جناب ڈاکٹر غلام نبی صاحب سے دریافت کیا تھا۔ کہ چونکہ آپ انکے وارث ہیں۔ آپ کا کیا منشاء ہے۔ کہ ان کتابوں کا کیا جاوے۔ آپنے اس کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ جیسا کہ بھائی صاحب کی منشاء تھی۔ میں بھی وہی لکھتا ہوں اور تمام کتابیں لائبریری میں داخل کی جاویں انجمن ڈاکٹر غلام نبی صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ کہاراہ ضلع لاہور کا خاص طور سے شکریہ ادا کرتی ہے کہ باوجود اس کے آپ احمدی نہیں ہیں۔ آپ نے بہت سی کتابیں لائبریری کیلئے عنایت فرمائی ہیں۔

(سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان)

رسالہ نجات

نجات کا مضمون جو گذشتہ پرچہ میں آپ نے پڑھا ہوگا لاہور کے عیسائیوں کے جلسہ کے ایک مضمون کے جواب میں ہے۔ اور اسے حضرت خلیفۃ المسیح کے فرمانے کے بوجب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے بہت مختصر کرکے لکھا ہے تاکہ ہر ایک آدمی اسے جلدی سے پڑھ لے۔ اور فایدہ اٹھا سکے جہاں جہاں عیسائی صاحبان کا زور ہو اس مضمون کو شائع کرنا چاہیے مضمون کی چند کاپیاں دفتر تشحیذ میں درخواست کرنے سے مل سکتی ہیں ۸ روپیہ کا ٹکٹ برای محصول ہمراہ روانہ ہو ذی استطاعت اصحاب جواب کی خاطر اپنے خرچ پر اسے تقسیم کرنا پسند فرمائیں وہ ۱۰۰ کاپی کے لئے بھیجکر دفتر تشحیذ سے منگوا کر تقسیم کروا سکتے ہیں۔

المشتہر مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان دار الامان

کشتہ جریان۔ مقوی باہ۔ نزلہ۔ زکام درد کمر کثرت احتلام ان امراض میں یہ کشتہ از حد مفید بلکہ اکسیر ثابت ہوا ہے۔ خدا کے فضل سے آیندہ بھی مفید ثابت ہوگا۔

جریان کی شناخت:۔ پیشاب کے پہلے یا پیچھے دہانت کا نکلنا یہ بیماری چند روز میں آدمی کو مردونکی مانند بلکہ زندہ درگور کردیتی ہے۔ اس سے یہہ بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ مالیخولیا نسیان کمی خون دل کا دھڑکنا ضعف دماغ بینائی کا کم ہونا ناامیدی خوف بیخوابی غمگینی وغیرہ **نزلہ** گلے یا معدے یا پھیپھڑے پر کسی رطوبت کا گرنا۔ **زکام**۔ کسی رطوبت کا ناک سے نکلنا ان سے جو بیماریاں پیدا ہوتی ہیں یہ ہیں۔ سل مرگی فالج ذات الجنب نمونیا جوڑوںکا درد آنکھ کان دانت کی بیماریاں۔ ہم نے ایک کشتہ جو بڑی محنت اور سعی اور بلا آمیزش زہریلے اجزا کے تیار کیا ہے۔ انشاء اللہ بہت مفید و بابرکت ہوگا۔ جو صاحب چاہیں ہم سے منگوا سکتے ہیں۔ بلحاظ فواید اور محنت کے قیمت بہت کم ہے تاکہ ہر ایک فائدہ اٹھاوے قیمت فی تولہ عہ۱۲ر محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

المشتہر

عبدالرحمن کاغانی احمدی شفاخانہ حکیم نورالدین قادیان ضلع گورداسپور

رسیدات زر بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ

۷۸۱ میاں غلام نبی صاحب .... عہ

۷۸۲ مولوی عاشق الزمان صاحب .. .. عہ

۷۸۰ مولوی محمد یعقوب صاحب .. .. عہ

۴۸۶ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب .. .. عہ

۷۸۳ منشی الہ داد صاحب عہ ۷۸۴ محمد عباس صاحب ... عہ

۶۶۹ چوہدری الہ داد صاحب .. .. عہ

۷۸۶ امام الدین صاحب .. .. عہ

۱۲۲ منشی گلاب الدین صاحب ۲/۰

۲۸۵ میاں محمد بخش صاحب .. .. عہ

۴۸۷ ملک مبارک علی صاحب .. .. عہ

۲۱۹ منشی رحیم بخش صاحب .. .. عہ

ماہ ذالحجہ ۱۳۲۷ھ

شیخ خدا بخش صاحب لائلپور چندہ ممبری .. .. ۴/ روپے

عبد اللہ جان صاحب پشاور " ۴/ للعہ

چوہدری مہر خان صاحب کریام چندہ ممبری ۴/ روپے - میاں محمد صاحب لائلپور ممبری ۴/ روپے

چوہدری غلام قادر صاحب " ۴/ روپے

۴۱۰ شیخ مولا بخش صاحب قیمت رسالہ .. .. عہ

۴۱۱ مولوی ابو الحسن صاحب .. .. عہ

۱۶ میر محمد اسماعیل صاحب اعانت رسالہ .. .. عنہ

۶۶۷ مولوی عبد الواحد صاحب بنارس .. .. عہ

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام منشی ظفر الدین صاحب طبع ہوا